حضرت مولانا محمد اشرف صاحب صدر شعبۂ عربی
اسلامیہ کالج پشاور

میری علمی و مطالعاتی زندگی!

حدیثِ ناگفتنی

سلسلہ ۱۳

اسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ حسب وعدہ (گو بہت تاخیر سے) مطلوبہ مضمون میری مطالعاتی زندگی "حدیثِ ناگفتنی" کے عنوان سے بھیج رہا ہوں۔ کہ جو بات سراپا اعتذار، مرو اپنے تک محدود ہونی چاہئے تھی، اس کے اظہار و اعلان سے اپنی کم سوادی کو رسوائے عام کر رہا ہوں۔ بہت سی باتوں سے شاید آپ کا اتفاق نہ ہو، لیکن ع فیما یعشقون الناس مذاھب
اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اور اس ریا و نمائش سے درگذر فرمائے اور اس سیاہ کار کی اس سخن طرازی و ہرزہ سرائی کو معاف فرمائے آمین۔ کہ حقیقتاً ہر لحاظ سے صفر ہوں۔ اور دعا کا محتاج ہوں۔ (محمد اشرف ۳/۹۴ء)

★

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فقیر پر جو بے شمار احسانات ہیں ان میں ایک بڑا احسان یہ ہے۔ کہ علم و عمل کی جملہ کوتاہیوں کے باوجود اس کے بہت سے نیک بندے اس بے بضاعت سے حسن ظن رکھتے ہیں۔ اس نیک گمانی کا کرشمہ ہے کہ اس شکستہ قلم ابجد ناشناس سے جواں سال و بزرگ خصال صاحب الحق (مولانا سمیع الحق صاحب سلمہ) مدیر ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک نے وہ چند سوال کر ڈالے جن کا مخاطب یہ نااہل کسی صورت میں نہیں۔ اپنی مطالعاتی زندگی کی داستان سرائی پر صرف اس وجہ سے قلم اٹھا رہا ہوں کہ شاید اس تباہ حال کی یہ دماغی، نفسی وپریشان حالی کسی کے لئے سبب عبرت و سرمہ بصیرت بن جائے کہ اپنی بے ربط و بے انضباط زندگی اس لحاظ سے

ایک المیہ ہے کہ استفادہ و افادہ کی جن راہوں کو کھولا جا سکتا تھا۔ وہ ناکشودہ رہ گئیں۔

ے ناکامی حیات نہ بود سے دو روز بیش
آن ہم کلیم با تو چہ گویم چساں گذشت

تاہم ـــــ ے

میری سنو جو گوشِ نصیحت نیوش ہو
دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو

ابتدائی زندگی | انسان ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ ماں کی گود، گھر، مکتب و معاشرہ انسان کو بنایا بگاڑ دیتا ہے۔ یہی وہ حقیقت کبریٰ ہے۔ جسکی طرف اشارہ حقائق کے سب سے بڑے نقاب کشا نبی الانبیاء حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

مامن مولود الا یولد علی الفطرۃ	کوئی بچہ ایسا نہیں جو فطرت (دین توحید)
فابواہ یہودانہ او ینصرانہ	پر پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن ماں باپ اسے یہودی نصرانی
او یمجسانہ	اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔

(بخاری تفسیر سورہ روم)

فقیر نے بحمداللہ تعالیٰ ہوش کی آنکھیں ایک دیندار گھرانے میں کھولیں۔ والد مرحوم باوجود ایک بڑے تجارتی کاروبار کے صوم و صلوٰۃ کے پابند، تشرع اور اسلامی شعائر و اقدار کے گرویدہ تھے گو عالم نہ تھے، لیکن علمائے اہل حق سے قریبی روابط تھے۔ فارسی اور اردو کی دینی کتابوں کا اچھا مطالعہ اور فارسی ادب کا ذوق تھا۔ کیمیائے سعادت ہمیشہ مطالعہ میں رہتی تھی، فقیر منش اور صاحب تقویٰ بزرگ تھے۔ والدہ محترمہ دام ظلہا اچھی خاصی دینی معلومات کی حامل، نیکی و پارسائی کا نمونہ، ذکر و اشغال و تلاوت کی پابند اور سخی و غریب پرور ہیں۔ والدہ محترمہ نے ترجمہ قرآنی اور اردو و فارسی میں اکثر متداول اول تفاسیر اور احادیث و فقہ و سیر کی متعدد کتابیں ہمارے تایا اور اپنے خالہ زاد بھائی مولوی حکیم غلام سرور صاحب سے پڑھی تھیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں وہ ہمیں کہانیوں کی بجائے انبیاء علیہم السلام کے قصے اور واقعات ہر رات سناتی تھیں۔ بندہ نے قرآن کریم اپنی والدہ محترمہ سے پڑھا ہے اور ابتدائی فارسی والد مرحوم سے[1]

---

[1] اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

والدہ محترمہ علمی و ادبی ذوق پر آج حیران ہوتی ہیں۔ ان کے کتب خانہ میں اردو فارسی دینی کتب کے علاوہ مخزن لاہور، الہلال کلکتہ، تہذیب نسواں لاہور، پیشوا دہلی۔ مولوی دہلی۔ عصمت دہلی، ساقی دہلی، ہزار داستان لاہور، نیرنگ خیال، ہمایوں اور دیگر بیشتر ادبی اور دینی رسائل کے پرانے فائل کچھ عرصہ پیشتر تک موجود تھے، جن کا کثیر حصہ شملہ میں تقسیم کی نظر ہو گیا۔ اور کچھ ہماری نقل مکانی وغیرہ سے ضائع ہو گئے۔ بہرحال اس دراز نفسی کا مطلب یہ ہے کہ بندہ نے گھر میں علمی و دینی و ادبی فضا پائی جس کی وجہ سے آٹھ نو سال کی عمر تک توبۃ النصوح، مرآۃ العروس، بنات النعش، مسدس حالی جیسی کتابیں پڑھ چکا تھا اور اردو کا مطالعہ اچھا خاصا ہو گیا تھا۔ خیر یہ تو ضمنی بات تھی جس کا اظہار اپنے بچپن کے ماحول کے اظہار کے لئے ضروری تھا۔

بندہ کی کم نصیبی ہے کہ کسی دینی مدرسہ یا دارالعلوم میں ابجد خوانی کا شرف حاصل نہ ہو سکا۔ بلکہ جو شدید نصیب ہوتی وہ اصلاً والدین کی برکت۔ مسجد کا فیض اور ثانوی و ادنیٰ درجہ میں سکول و یونیورسٹی کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔

بندہ کو سب سے پہلے جس کتاب نے متاثر کیا۔ وہ پہلی جماعت کی کتاب "اسلام کی پہلی کتاب"[2] (شائع کردہ انجمن حمایت اسلام لاہور) تھی جس کے ابتدائی الفاظ مدت گذر جانے کے بعد بھی کچھ کچھ یاد آتے ہیں۔

"اللہ ایک ہے، پاک اور بے عیب ہے۔ اس جیسا کوئی نہیں۔ اس نے سب کو

---

[1] محمد اکبر خان ابن سکندر علی ابن سعادت خان ابن نور خان المتوفی ۱۷ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۹۰ھ نسلاً پٹھان تھے، پشاور وطن تھا۔ تجارتی کاروبار کافی وسیع تھا۔ شملہ، دہلی، کلکتہ، دارجلنگ وغیرہ میں کوٹھیں تھیں۔ اس سلسلہ میں اکثر وقت دہلی و شملہ میں گذرتا تھا۔ ۱۹۰۱ء سے شملہ جانے کا دستور تھا، وہیں جائداد بنائی اور وہیں سپرد خاک ہوئے۔

[2] انجمن حمایت اسلام لاہور کی دینی خدمات میں اس کی اسلام کی پہلی کتاب سے چودھویں کتاب تک کا قدیم سلسلہ جو مولوی اسماعیل میرٹھی اور مولانا عبدالرحیم صاحب کا تیار کردہ تھا بہت کارآمد و مفید تھا۔ اس سلسلہ کا خاص امتیاز اردو کی تعلیم کے ساتھ ساتھ مفید معلومات، تاریخ اسلام اور دینی علوم کا تعارف تھا۔ سیرۃ النبی کے علاوہ مسنون دعائیں ترغیب و ترہیب مندرجہ کا آسان زبان میں خلاصہ پانچویں سے نویں کتاب تک آ گیا تھا۔ احادیث ترغیب و ترہیب کا اثر اخلاق سازی میں بین و ظاہری ہے دسویں جلد تاریخ پر تھی وقس علی ھذا۔ بحمد اللہ بندہ نے چوتھی جماعت تک یہ پورا سلسلہ پڑھ ڈالا تھا۔

پیدا کیا، وہ سب کا پالنے والا ہے۔"[1]

توحید کا جو نقش ان سیدھے سادھے الفاظ میں دل پر مرتسم ہوا۔ بحمدللہ تعالیٰ اعمال کی بے شمار کوتاہیوں کے باوجود شرک و بدعات سے نفرت کا سبب بن گیا اور پھر چند سال بعد جب مسدس حالی پڑھی تو اس کے یہ الفاظ رگ و ریشہ میں سرایت کر گئے۔

یہ سنتے ہی تھرّا گیا گلہ سارا	یہ داعی نے للکار کر جب پکارا
کہ ہے ذات واحد عبادت کے لائق	زبان اور دل کی شہادت کے لائق
اسی کے ہیں فرمان اطاعت کے لائق	اسی کی ہے سرکار خدمت کے لائق
لگاؤ تو لو اس سے اپنی لگاؤ	جھکاؤ تو سر اس کے آگے جھکاؤ

بچپن اور مطالعہ گھر کے ماحول کی وجہ سے بچپن میں شوق مطالعہ اس قدر جوان تھا کہ سکول کی لائبریری کے علاوہ جو کتاب و رسالہ یا اخبار مل جاتا تھا۔ پڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔ اس سلسلے میں دس بارہ سال کی عمر تک رطب و یابس کے ڈھیر پڑھ ڈالے۔ چوتھی جماعت میں ایک ہندو استاد نے "تسہیل الاملا" نامی ایک کتاب کا پتہ دیا۔ یہ "تسہیل" عربی فارسی اور اردو کے مشکل و ثقیل الفاظ کا اچھا خاصا مجموعہ تھا۔ بندہ نے نہ صرف اس سے "املا" کیلئے استفادہ کیا بلکہ ان کے الفاظ و معانی کو یاد کر لیا۔ جس کا آئندہ اردو کتابوں کے پڑھنے میں بہت فائدہ ہوا۔

اسلامی تاریخ کا شوق والدہ محترمہ مدظلہا کے بیان کردہ تاریخی قصوں سے پیدا ہو چکا تھا۔ ان دنوں گرمی ہم شملہ میں گذارا کرتے تھے۔ وہاں ہمارے مکان کے قریب ایک لائبریری تھی جہاں کتابیں کرایہ پر پڑھنے کے لئے ملتی تھیں۔ تیسری جماعت میں تھا، سکول سے آتے ہوئے ایک تاریخی ناول "فتح یرموک" مصنفہ صادق صدیقی سردھنوی کرایہ پر لیا۔ اور چونکہ والد مرحوم ناول پڑھنے سے منع کرتے تھے اس لئے بستہ میں چھپا کر لایا۔ اور گھر والوں کی نظر بچا کر بستر میں کتاب

---

[1] ۱۹۳۰ء سے ۱۹۴۰ء تک ایسی کتابیں کہیں کہیں مدارس میں رائج تھیں، ہماری تعلیمی تاریخ کا یہ بھی المیہ ہے کہ پھر جو کتابیں آئیں ان کے ابتدائی فقرے توحید باری کی بجائے یہ تھے "ابا بیٹھا حقہ پی رہا ہے۔" "اماں چرخہ کات رہی ہے"۔ پھر مزید ترقی ہوئی تو یہ الفاظ آئے "بلی آئی چوہا دوڑا"۔ اب MUMMY SINGS, FATHER DANCES یعنی ماں گاتی ہے، باپ ناچتا ہے۔ انا للہ۔

پڑھنا شروع کی۔ میری ہیئت کذائی نے غمازی کی اور بڑے بھائی محمد اکرم صاحب نے بھانپ لیا، کمبل ہٹایا، دیکھا تو ناول تھا۔ جس کے پہلے باب کا عنوان تھا۔ "تیر نظر"۔ بندش نے شوق کو مہمیز کیا۔ چپکے چپکے پہلے صادق صدیقی اور پھر مولانا عبدالحلیم شرر کے تقریباً سب تاریخی ناول پڑھ ڈالے۔ صدیقی کی فتح الصقالیہ اور شرر کے ماہ ملک۔ عبدالعزیز ورجینا۔ اور فلورا فلورنڈا وغیرہ سے طبیعت نے اثر لیا۔ اسی پانچ سات سال کے عرصہ میں پرانی طرز کے قصوں کی کتابیں گل بکاؤلی، قصہ چہار درویش، قصہ ممتاز، حاتم طائی، طلسم ہوشربا، فسانہ آزاد وغیرہ نظر سے گذریں۔ (آہ! زندگی کے قیمتی لمحات کہاں صرف ہوئے۔)

مطالعہ کا ایک پوشیدہ رخ یہ تھا۔ دوسری طرف گھر میں اردو میں جو دینی ذخیرہ کتب موجود تھا۔ اس کا کثیر حصہ بھی مطالعہ کی زد سے باہر نہ رہا۔ تفسیر حقانی۔ احسن التفاسیر۔ موضح القرآن۔ ترجمہ حضرت تھانوی۔ ترجمہ تجرید بخاری، بہشتی زیور وغیرہ اسی زمانہ میں نظر سے گذریں۔ ابن تیمیہ کی کچھ کتابوں کے تراجم۔ اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت۔ ذرۃ الناصحین۔ کچھ تاریخی کتب بھی اسی دور میں پڑھیں مزید برآں نئے اور پرانے رسائل واخبارات کا مطالعہ بھی جاری رہا۔ آج تک الہلال کے وہ فائل آنکھوں کے سامنے ہیں جو بڑی تقطیع اور چکنے کاغذ پر ٹائپ میں چھپے ہوئے تھے۔ اور جن میں ابوالکلام مرحوم کی پہلے دور کی الہلالی اردو جو اپنی برنائی ورعنائی شان وشوکت اور تحدیانہ اسلوب میں اپنی خاتم آپ تھی اپنی پوری جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ مخزن کے پرانے فائل۔ الہلال جدید ہزار داستان، نیرنگ خیال، ہمایوں، زمانہ، تہذیب نسواں، رومان وغیرہ کو نسے رسالے تھے جو مطالعہ میں نہ آئے ہوں۔ راتیں بیت جاتی تھیں۔ لیکن شوق ختم نہیں ہوتا تھا۔ یہاں مولانا ظفر علی خان کے زمیندار کے اداریوں کا تذکرہ بھی بیجا نہ ہوگا۔ جو مسلمانوں کی شریفانہ اور غیر تمندانہ صحافت کا نقیب اور ادب کی ایک خاص صنف کا نمونہ تھا۔

صاف ظاہر ہے کہ اس رطب و یابس کا مطالعہ ہر صورت مفید نہیں ہو سکتا اور اپنی ادبیت کے باوجود عمر عیار کی عیاریاں خوجی کی قرولی کوہ ندا کی صدائیں سب افسانہ و فسوں اور بے فکر و آزاد اذہان کی پیداوار اور مسلمانوں کے دور زوال کی یادگار ہیں۔

سکول کے زمانہ میں جن شعراء نے زیادہ متاثر کیا وہ حالی، اقبال اور حفیظ جالندھری تھے۔

لے ۲ے ۳ے بالترتیب طلسم ہوشربا، فسانہ آزاد، حاتم طائی کے قصوں کی طرف اشارہ ہے۔

مسدس حالی، بانگ درا اور شاہنامہ اسلام کے صفحات ازبر تھے۔ اور ان سے ایک گونہ ایمانی قوت وملی حمیت پاتا تھا۔ بارہا اقبال کی بعض نظموں نے اشکبار کیا۔ مسدس حالی کی نعت میں اشعار سہل ممتنع اور اپنا جواب آپ ہیں۔ آج بھی ان کی تازگی وحلاوت میں فرق نہیں آیا۔ حفیظ کا سلام، صحرا کی دعا، بدر و احد کے معرکے اردو نظم میں خاصہ کی چیزیں ہیں۔ سکول کے زمانہ تعلیم میں دینی کتب میں سے سب سے زیادہ اثر اکسیر ہدایت ترجمہ کیمیائے سعادت کا رہا۔

کیمیائے سعادت امام غزالیؒ کی آخر عمر کی تصانیف میں سے ہے۔ ان کی زندگی کے تجارب کا نچوڑ اور احیاء العلوم کے مہم مباحث کا خلاصہ ہے۔ ترجمہ کیمیائے سعادت سے احیائے علوم کے ترجمہ مذاق العارفین کا شوق پیدا ہوا۔ احیاء کی وہ تاثیر آج بھی یاد ہے کہ چند سطریں پڑھ کر دل بیٹھتا معلوم ہوتا تھا۔ جس کی وجہ سے کئی مرتبہ کتاب کا مطالعہ رک جاتا تھا۔ غزالیؒ نے جس حال و کیفیت میں احیاء کو لکھا ہے اس کا کیف ایک ایک سطر سے جھلکتا ہے۔ اور ان کے دل کی دھڑکن ہر لفظ سے سنی جا سکتی ہے۔

عربی کتب کا مطالعہ | میری علمی زندگی میں ۱۹۴۰ء و ۱۹۴۱ء خاص اہمیت کے سال ہیں۔ ۱۹۴۰ء میں بندہ نے اپنی عمر کے پندرھویں سال میں میٹرک پاس کیا۔ امتحان کے بعد حضرت الاستاذ[1]

---

[1] حضرت الاستاذ مولانا قاضی نورالاعظم صدیقی باجوڑی رحمۃ اللہ علیہ ہمارے قدیم مساجد کے طرزِ تعلیم کی ایک عمدہ یادگار تھے۔ حدیث شریف میں یدطولیٰ حاصل تھا۔ فقہ حنفی پر گہری اور وسیع نظر تھی۔ فقہی مسائل کا خصوصاً فقہ حنفیہ کا استحضار خوب تھا۔ تاہم فقہی مسلک میں وسیع المشرب تھے۔ متداول علوم عربیہ میں مہارت تھی۔ آپ کا سلسلہ حدیث دو واسطوں۔ (۱۔ حضرت مولانا عبدالرؤف صاحب دربھنگوی مدظلہ۔ ۲۔ مولانا شاہ رسول صاحب بالاگڑھوی سرحدی) سے قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالرشید صاحب گنگوہی نوراللہ مرقدہ سے منسلک تھا۔ بیعت طریقت مجاہد کبیر حضرت حاجی فضل احمد صاحب ترنگزئی نوراللہ مرقدہ (المتوفی ۱۴ر دسمبر ۱۹۳۷ء) سے تھی۔

(حاجی صاحب ترنگزئی قادریہ سلسلہ میں حضرت نجم الدین اخوندزادہ معروف بہ ہڈے ملا صاحب سے بیعت تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی تمام عمر انگریزوں سے جہاد میں گذری۔)

استاذ مرحوم کا نسب سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے آباء و اجداد اسلام کی ابتدائی صدیوں میں پہلے مشہد آئے پھر افغانستان منتقل ہوئے۔ ان بزرگوں کا مشغلہ دینی تعلیم و تعلم تھا۔ اور

(باقی اگلے صفحہ پر)

سے مدتوں افغانستان میں قضا کا عہدہ ان کے خاندان میں رہا۔ آخر بعض ناسازگار حالات کے پیش نظر کنٹر ہوتے ہوئے حضرۃ الاستاذ کے مورث اعلیٰ آزاد قبائل کے علاقہ باجوڑ میں متوطن ہو گئے۔ اس علاقہ میں بھی قضا کا عہدہ انہیں کے خاندان میں رہا۔ استاذ مرحوم کے پردادا عثمان علی بڑے جید عالم تھے۔ اور علاقہ میں ان کا بڑا اثر تھا۔ عثمان علی کے بیٹے حضرت علی بھی عالم تھے۔ ان کے بیٹے استاذ مرحوم کے والد منصور علی گو عالم نہ تھے۔ تاہم علم طب میں مہارت تھی، طبابت کا کام کرتے تھے۔ علاقہ انبار میں کچھ مدت فروکش رہے اور وہاں بمقام خوگہ ۱۹۰۰ء میں استاذ مرحوم کی پیدائش ہوئی۔ استاذ مرحوم کا بچپن انبار میں گذرا۔ پھر والد اپنے علاقہ باجوڑ (سلارزئی) چلے گئے ابتدائی کتابیں اپنے علاقہ کے علماء سے پڑھیں۔ پھر صریح مروزئی (تحصیل چارسدہ) میں تحصیل علم کے لئے مقیم ہوئے۔ اور صریح کے صاحب الحق صاحب سے فلسفہ اور منطق کا درس لیا۔ ۱۹۲۷ء میں پشاور آئے اور یہاں مختلف علماء سے فقہ اور دیگر متداول علوم حاصل کئے۔ پھر اہل حدیث پشاور کے مدرسہ میں داخل ہو کر حدیث وغیرہ سے باقاعدہ فراغت حاصل کی۔ اور پھر درس و تدریس میں آخر وقت تک مصروف رہے۔

حضرۃ الاستاذ زہد و ورع اور تقویٰ کا نمونہ تھے۔ تقویٰ کا اندازہ اس سے کیجئے کہ بندہ فجر کے بعد اور پھر مغرب کے بعد حضرت سے حدیث کا درس پڑھتا تھا۔ کمرہ میں روشنی کی ضرورت پڑتی تھی بجلی موجود تھی لیکن فرماتے تھے کہ واقف کی نیت کے مطابق نماز کے دوران میں بجلی کے استعمال کی اجازت ہے۔ اس لئے ہم اپنے لئے نہیں جلا سکتے تھے۔ چنانچہ بندہ کو چراغ کی روشنی میں اکثر کتابیں پڑھائیں۔ طلبہ کو لوجہ اللہ پڑھاتے تھے۔ بندہ تقریباً بارہ سال ان سے پڑھتا رہا۔ لیکن بندہ سے کبھی ایک حبہ تک قبول نہیں فرمایا۔ طبیعت عزلت نشینی کی طرف مائل اور نام و نمود و شہرت سے نفور تھی۔ صلہ رحمی اور اقربا پروری کا جذبہ غالب تھا۔ شفقت و رأفت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ تلامذہ کے ساتھ پدرانہ محبت سے پیش آتے تھے۔ عمر بھر تجرد کی زندگی گذار دی۔ آپکے مختلف کتابوں کے اسباق مختلف طلبہ کے ساتھ فجر کی اذان سے شروع ہوتے اور عشاء کے بعد تک جاری رہتے تھے۔ درمیان میں وقفہ صرف حوائج بشریہ اور عصر کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کی غرض سے ہوتا تھا۔ معاشی ضرورتوں کے لئے طب کا پیشہ اختیار کیا تھا۔ جو مریض آجاتا اسے نسخہ لکھ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہاتھ میں شفا دی تھی۔ چاہتے تو بہت کچھ کما لیتے لیکن اس میں بھی رزق کفاف پر قناعت تھی تقریباً باسٹھ سال کی عمر میں حج کے موقع پر عرفات سے مزدلفہ کی واپسی پر اچانک طبیعت بگڑی اور ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۸۰ھ کو جان جان آفریں کے سپرد کر دی اور وہیں مدفون ہوئے۔

بکے باقاعدہ[1] مطالعہ کی ابتدا ہوئی۔ اور اس ہیچمدان کی عربی ابجد خوانی کی داغ بیل پڑ گئی۔

برصغیر پاک و ہند میں مدارس کے اجراء و شیوع سے پیشتر مساجد میں علماء کے اپنے "درس" ہوتے تھے۔ استاذ مختلف طلبہ کو فرداً فرداً اسباق پڑھاتا تھا۔ اور جب ان کی ایک کتاب ختم ہو جاتی تو دوسری کتاب شروع کرا دیتا تھا۔ اس قدیم طرز پہ ہمارے آبائی محلہ (محلہ مقرب خان پشاور) کی مسجد میں حضرۃ الاستاذ مرحوم کے "درسوں" کا سلسلہ قائم تھا۔ مختلف طلبہ کے اسباق ترجمۃ القرآن شریف سے لیکر

---

[1] احادیث کی امہات الکتب کا نرا ترجمہ محض اردو میں پڑھ لینا متعدد قباحتوں کا موجب و سبب بن سکتا ہے۔ فقیر کے نزدیک جملہ اولیت و ہمہ دینیت کے برگ و بار نرا اردو میں احادیث کے پڑھنے سے پیدا ہو جاتے ہیں، خصوصاً جبکہ استاذ کی رہنمائی یا کسی اچھے محشی و شارح کے حواشی بھی نہ ہوں۔ علوم عربیہ فنون تفسیر و حدیث و فقہ سے ناواقفیت حدیث کے منشاء اور صحیح مطلب کے سمجھنے میں رکاوٹ پیدا کر دیتی ہے۔ اور آخر ش انکار حدیث کی راہ کھل جاتی ہے۔ تاہم جو کتب محقق علماء نے عصر حاضر کے تقاضوں کو سامنے رکھ کر لکھی ہیں، اس سے مستثنیٰ ہیں۔

[2] اس طرز تعلیم کا بڑا فائدہ یہ تھا کہ ہر طالب علم فرداً فرداً استاذ کی پوری توجہ سے مستفید ہو سکتا تھا۔ اور استاذ شاگرد کی صلاحیتوں کا اندازہ لگا کر اس کی استعداد کے بقدر اسے اپنے علوم سے بہرہ مند کرتا تھا۔ دوسرا بڑا فائدہ یہ تھا کہ ہر طالب علم استاذ کی نگرانی میں پوری کتاب پڑھتا تھا۔ اور چونکہ روزانہ استاذ سے بالمشافہ درس لینا اور سبق سنانا پڑتا تھا۔ اس لئے ہر طالب علم تیار ہو کر جاتا تھا۔ اور سبق کے دوران میں پورے تیقظ و دھیان سے استاذ کی تقریر سنتا، سمجھتا اور اسے ہضم کرنے کی کوشش کرتا تھا۔ اچھے اساتذہ اپنے تلامذہ کی جانچ و امتحان کے ساتھ ان کی صلاحیتوں کو اجاگر اور بار آور کرنے کی پوری کوشش کرتے تھے۔ اس درس میں استاذ کا تعلق محض تعلیم و تدریس کا نہیں ہوتا تھا بلکہ استاذ ایک شفیق مربی و اتالیق بھی ہوتا تھا۔

[3] حضرت الاستاذ کے ہاں فقہ میں (اصول فقہ کی کتابوں کے علاوہ) ترتیب یہ تھی۔ منیۃ المصلی، قدوری۔ کنز۔ مستخلص۔ شرح وقایہ۔ ہدایہ ——— ہدایہ کے اسباق کی تیاری میں استاذ مرحوم کے اپنے مطالعہ میں مولانا عبدالحئی فرنگی محل کے حواشی کے علاوہ فتح القدیر و کفایہ وغیرہ رہتی تھی۔ سبق میں حنفی مسلک کو احادیث سے خوب مدلل کرتے تھے۔ حدیث شریف میں ترتیب یہ تھی۔ مشکوٰۃ، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد۔ جامع ترمذی، نسائی، ابن ماجہ۔ موطا امام مالک۔ موطا امام محمد ان کے اپنے مطالعہ میں حواشی کے علاوہ بعض متداول شروح ہوتی تھیں۔ فارسی کا نصاب یہ تھا۔ پنج گنج۔ بوستان۔ گلستان۔ انوار سہیلی۔ یوسف زلیخا۔ سکندر نامہ (بعض اوقات دیوان حافظ بھی پڑھا دیتے تھے)

جلالین و بیضاوی تک منیۃ المصلی سے ہدایہ تک مشکوٰۃ سے لیکر صحیح بخاری تک بشرطِ گنجائش وقت جاری رہتے تھے۔

حضرت الاستاذ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ہیچمدان نے حرفاً حرفاً مشکوٰۃ شریف، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی و نسائی پڑھی، اور ابن ماجہ اور دیگر کتب کا ان کی نگرانی میں خود مطالعہ کیا۔ صحیح بخاری کا حاشیہ سہارنپوری (حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری) بھی استاذ مرحوم نے سبقاً پڑھایا۔ اس کا فائدہ یہ ہوا کہ شروح حدیث سے ایک گونہ مناسبت ہوگئی۔

اہل نظر جانتے ہیں کہ حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری کا حاشیہ صحیح بخاری کی مختصر شروح میں خاصہ کی چیز ہے۔ فقیر کی محسن کتابوں میں اس حاشیہ کو ایک اونچا مقام حاصل ہے۔ محدث سہارنپوری نے مطول شروح کا عطر کھینچ لیا ہے۔ ایک مبتدی طالب علم کو مختصر و موجز شروح و حواشی بخاری میں اس بہتر رہنما کم ہی ملے گا۔ صحیح بخاری کی مطول شروح میں جیسے فتح الباری وسعت، دقیقہ سنجی اور علوم کی فراوان میں اور عمدۃ القاری عمق اور حنفی نقطۂ نظر کی ترجمانی میں بے مثل ہیں۔ اس طرح یہ مختصر حاشیہ ایجاز و احتواء میں اپنی نظیر آپ ہے۔ متوسط شروح میں قسطلانی (ارشاد الساری) خوب ہے۔ جدید شروح بخاری میں فیض الباری علامہ حافظ سید انور شاہ صاحب الکشمیریؒ کے علوم عمیقہ طرز انیقہ معارف۔ تبکرہ کا خزینہ اور ان کی وسعت فکر و نظر کی ترجمان اور گوناگوں خصائص و مزایا کی حامل ہے۔ (کاش معارف السنن کا یہ خزینہ کلک[1] یوسفی سے مزید گرانبار ہو پاتا)

شیخ الحدیث مسند الوقت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب سہارنپوری مدظلہ کی جدید تصنیف لامع الدراری علی جامع البخاری خصوصاً اس کا مقدمہ حضرت شیخ کے متبحر و تدقیق، مہارت فن و تحقیق کا شاہکار ہے۔ ایسے تو تمام مباحث ہی قابلِ دید اور حرزِ جاں بنانے کے لائق ہیں۔ لیکن اصول تراجم بخاری کو جس شرح و بسط سے کھولا ہے۔ تراجم بخاری پر جس دقیقہ رس اور نکتہ سنجی سے کلام فرمایا ہے۔ اور تراجم کے مغلق ابواب کی جو ستر مفاتیح مہیا فرمادی ہیں وہ حضرت شیخ ہی کا حصہ[2] ہے۔

---

[1] حضرت علامہ سید محمد یوسف البنوری مدظلہ۔

[2] علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں اپنے بعض شیوخ سے نقل کیا ہے کہ بخاری کی شرح کا قرض امت پر ہے۔ (کہ اس وقت تک علماء امت میں سے کسی نے بھی بخاری کی شایانِ شان شرح نہیں لکھی تھی۔) حافظ ابن حجر کے شاگرد حافظ شمس الدین سخاوی نے الضوء اللامع میں

صحیح بخاری حضرت الاستاذ کا فیض و برکت۔ امام بخاری کا اخلاص۔ الجامع الصحیح کی نورانیت ندرت و البیلا پن تھا۔ کہ بحمداللہ اصح الکتاب بعد کتاب اللہ دل و دماغ پر چھا گئی۔ اور ایک عرصہ تک اس کی تلاوت قرآن کریم کی طرح روزانہ کرتا رہا۔ کتب حدیث میں سب سے زیادہ تاثر اس عظیم کتاب کا رہا۔ بخاری شریف صرف صحیح روایات حدیث کا ہی گنجینہ نہیں بلکہ بخاری کے وفور علمی ذہانت و فقاہت نے اسے خزینہ علوم بنا دیا ہے۔ اگر کسی طالب علم پر بخاری شریف اپنے مالہ و ما علیہ کے ساتھ کھل جائے تو یقیناً علوم حدیث کا دروازہ اس پر وا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی "صحاح" میں اصل محنت ایک کتاب پر ہی ہوتی ہے۔ وہی "متن" بن کر باقی کتب کو اپنا حاشیہ و شرح بنا لیتی ہے۔ احاطہ احادیث اثر پذیری اور دیگر فوائد مہمہ کے لئے کتب صحاح دوسری کتب احادیث و استفار فن کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ تاہم اگر طالب علم ایک کتاب پر پوری محنت کرے تو دیگر کتب احادیث سے استفادہ آسان و ممکن ہو جاتا ہے۔ اور دیگر علوم میں بھی امہات الکتب کا یہی حال ہے۔ کہ ایک میں مہارت دوسری کتابوں کی اکثر گرہ کشا ہو جاتی ہے۔ حضرۃ الاستاذ فرماتے تھے کہ "اس کتاب (بخاری شریف) کی ایسی برکت ہے کہ اگر اچھی طرح سمجھ کر پڑھ لیا تو انشاء اللہ کہیں رکاوٹ نہیں ہوگی۔" اصلاح باطن کے لئے صحیح بخاری کی کتاب الرقاق اور جامع ترمذی کے ابواب الزہد والرقاق کا بار بار مطالعہ بہت مفید رہا۔

کتب صحاح اور انکی شروح صحیح مسلم کی شروح میں امام نووی کی شرح عام و متداول ہے اور سہولت و اختصار کے لحاظ سے طلبہ کے لئے بہت مفید ہے۔ فتح الملہم گو مکمل نہ ہو سکی۔ تاہم شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی کا قابل فخر کارنامہ ہے۔ ابوداؤد کے قاری کے لئے بذل المجہود سے مفر نہیں۔

لکھا ہے کہ یہ "قرض" علامہ ابن حجر نے فتح الباری لکھ کر پورا کر دیا ہے۔ حضرت الاستاذ علامہ یوسف البنوری نے نفحۃ العنبر صفحہ ۱۰۴ میں لکھا ہے۔ کہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب کا قول مجھ تک پہنچا ہے۔ کہ حافظ ابن حجر سے تراجم صحیح بخاری کا حق پورا نہ ہو سکا۔ حضرت علامہ بنوری فرماتے ہیں۔ کہ شیخ الہند نے جو صحیح بخاری کے ابواب کی شرح لکھنی شروع فرمائی تھی، مکمل ہو جاتی۔ تو انشاء اللہ تراجم کا حق بھی ادا ہو جاتا۔ لیکن افسوس وہ کام مکمل نہ کر سکے تاہم جو حصہ انہوں نے تالیف فرمایا اور شائع ہوا وہ مستفیدین کے لئے چراغ و معیار ہے۔ ہیچمدان راقم اپنی کم مائیگی کا معترف ہے۔ تاہم خیال آتا ہے کہ حضرت شیخ الحدیث مدظلہ کے مقدمہ لامع الدراری سے شاید یہ قرض ادا ہو گیا۔ (واللہ اعلم)

جامع ترمذی کی شروح میں مخدومی الاستاذ علامہ سید محمد یوسف[1] صاحب البنوری کی مبسوط شرح معارف السنن اسم بامسمیٰ مصنف کے وفور علمی وسعت و رقت نظر حذاقت و مہارت فن پر شاہد اور عمق و تحقیق کا نمونہ ہے۔ مباحث فاضلہ، دقائق فائقہ، حقائق رائقہ معلومات واسعہ۔ معارف عالیہ و رموز عجیبہ پر مشتمل ہے۔ علامہ موصوف نے اس کتاب میں نہ صرف اپنے یگانہ روزگار استاد علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری کے علوم و تحقیقات کو یکجا کر دیا ہے۔ بلکہ محول محدثین اور ائمہ اعلام کے نوادرات علمی کا مفید و جامع ملخص پیش کر دیا ہے۔ مسلک حنفیہ کو احادیث مبارکہ کی روشنی میں جس عدل و فراخدلی اور وضاحت و خوبی سے منقح و مبرھن فرمایا ہے۔ قابل داد اور حیرت انگیز ہے[2]۔

اہمیت احادیث نبوی | کتب حدیث کے بحر زخار کی شناوری مجھ جیسے بے مایہ کی بساط نہیں۔ علوم و ملفوظات نبویہ کا یہ خزینہ سید الانبیاء حبیب خدا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے انوارات کا حامل ہدایت ربانی کا سرچشمہ وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کا کرشمہ۔ انی اوتیت جوامع الکلم کی تفسیر منشاء رسالت کا محافظ اور قرآن کا علمی و تحقیقی بیان و ترجمان ہے۔ کتب حدیث کا دائمی مطالعہ و ممارست صحبت نبوت کے انوارات و فیوض و برکات سے ایک گونہ بہرہ مند کر دیتا ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے اھل الحدیث ھموا ھل النبی وان لم یصحبوا نفسہ انفاسہ صحبوا۔ اثر پذیری کے لئے حدیث شریف کے مختلف مجموعے مطالعہ میں رکھے جا سکتے ہیں۔ جمع الفوائد

---

[1] یوسف اقلیم فضل و کمال مخدومی الاستاذ العلامہ السید محمد یوسف صاحب البنوری البشاوری مدظلہ حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ کے جانشین و عاشق ان کے علوم کے راویہ اپنی ذات میں اسلامی علوم کا چلتا پھرتا جامعہ حدیث و فقہ و تفسیر کے متبحر و ناقد عالم عظیم ادیب اور بحر العلوم ہیں۔ حسن اخلاق جود و سخا۔ تقویٰ و ورع۔ خشیت و رقیق القلبی، شیریں کلامی و حسن بیان میں نمونہ۔ دقت نظر۔ وسعت معلومات۔ کثرت مطالعہ میں اپنی نظیر آپ اور حافظہ اور استحضار علوم کے بادشاہ ہیں۔

ع بسیار شیوہ ہا است بتاں را کہ نام نیست

فقیر کو بھی حضرۃ علامہ مدظلہ سے حدیث شریف کی سند و اجازت سے سعادت حاصل ہے

[2] اس وقیع کتاب کی چھ جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ انشاء اللہ۔ دس جلدوں میں (مع مقدمہ کے) مکمل ہوگی۔

کنز العمال، مجمع الزوائد، فیض القدیر، مشکوٰۃ وغیرہ "تجدیدی" مطالعہ کے لئے مفید ہیں جس عمل اور اعمال میں "ایمانی و احتسابی" کیفیت پیدا کرنے کے لئے ترغیب و ترہیب و فضائل اعمال کی احادیث کا مطالعہ ناگزیر ہے۔ فن علوم حدیث نوع در نوع علوم کا مجموعہ ہے۔ مہارت فن و مناسبت ان علوم کی پیہم تحصیل ہی سے ممکن ہے ورنہ ہر گام پر لغزش پا کا اندیشہ ہے۔

بات لمبی ہو گئی۔ عرض یہ کر رہا تھا کہ حضرت الاستاذ مولانا نور الاعظم الباجوڑی کی شفقت نے حدیث مبارکہ کے کوچہ تک پہنچا دیا۔ ان کا یہ احسان اتنا عظیم ہے کہ اس سے سبکدوشی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ گو اپنی نااہلی سے استاذ مرحوم یا اس فن شریف کا حق تو ادا نہ کر سکا تاہم "نفحات نبوت" کی نسیم جانفزا کا ایک جھونکا بھی مایہ سعادت ہے ورنہ ــــ

ان کی حریم ناز کہاں اور ہم کہاں نقش و نگار پردہ در دیکھتے رہے

اردو تراجم قرآن و تفاسیر اردو کے تفسیری لٹریچر میں حضرت اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ کے بیان القرآن، علامہ شبیر احمد عثمانی کے حواشی، تفسیر ماجدی۔ اور احسن التفاسیر سے فقیر نے بھرپور استفادہ کیا۔ بیان القرآن (تھانوی) اردو کی احسن التفاسیر ہے۔ مصنف کے محتاط قلم نے اس تفسیر میں اپنے خداداد علوم معارف کے ساتھ تفاسیر ما قبل کا خلاصہ۔ روح المعانی کا عطر اور اقوال مفسرین میں راجح قول کو کمال حسن کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔ تفسیری باریکیاں۔ علمی نکات کا بیان اور ذہنی اشکالات کا حل اس انمول تفسیر کا خاصہ ہے۔ عربی بلاغت و معانی و لغت کی مشکلات ــــ "حل اللغات" کے مستقل عنوان سے واضح فرمائی ہیں۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی کے حواشی قرآنی

۱؎ اپنی تشنۂ تکمیل کتاب نظام ہدایت کے سلسلہ میں کنز العمال کے بالاستیعاب مطالعہ سے بہت فائدہ پہنچا۔

۲؎ اس سلسلہ میں عربی میں ترغیب و ترہیب منذری۔ ریاض الصالحین و کتاب الاذکار نووی اور اردو میں معارف الحدیث مولانا منظور احمد نعمانی مدظلہٗ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کا مجموعہ فضائل اور چھوٹے بچوں کے لئے جنت کی کنجی اور دوزخ کا کھٹکا (مولانا احمد سعید دہلوی) مفید ہیں۔ ۳؎ محمد علی ایم۔ اے لاہوری قادیانی نے بھی اسی نام سے ایک تفسیر لکھی ہے۔ نام کے التباس سے دھوکہ نہ کھانا چاہئے۔ ۴؎ افسوس ہے کہ تاج کمپنی (لاہور۔ کراچی) کے تاجدار وں نے اپنی تجارتی مفاد کی بناء پر اس اہم اور مفید حصہ کو جو تفسیر کا حجم میں ایک چوتھائی حصہ ہے۔ اپنے مطبوعہ ایڈیشن میں شائع نہیں کیا۔ انا للہ

باوجود ایجاز و اختصار کے مولانا کا تفسیری اعجاز اور علوم نادرہ کا خزینہ ہیں۔ موثر و دلنشین بلیغ اردو میں خود بخود تفسیری گتھیاں سلجھتی جاتی ہیں۔ اور جدید اشکالات کے جوابات ملتے جاتے ہیں۔ تفسیر ماجدی (اردو) بیک وقت قدیم و جدید عالم و عامی کی تسلی کا سامان ہے۔ تفاسیر ماقبل سے "مغز سخن" کا موجز انتخاب "قلم ماجدی" کا کمال ہے۔ عربی کے منتخب مختصر جملوں میں طویل و مبسوط تفاسیر سے مقصد کی بات اور روح کلام کا چھانٹ لینا ہنرمند کلک ماجدی کا وہ کارنامہ ہے۔ جس سے بڑی بڑی تفاسیر خالی ہیں۔ ان "جان مطالب" جملوں کا مفہوم اردو میں دلکش انشائے ماجدی میں پیش کر دیا گیا ہے مستشرقین کی پھیلائی ہوئی گمراہیوں، اہلِ فریبیوں کے جوابات مذاہب کا تقابلی مطالعہ اور عصری سوالات و اشکالات کا حل بھی آگیا ہے۔ تفسیر حقانی گو سرسید کی اغلاط تفسیری اور نیچریت کے جواب میں لکھی گئی ہے۔ تاہم مفید معلومات کا مجموعہ ہے اور ملاحدہ و دیگر مذاہب کے جوابات اور متشکک اذہان کے لئے اس کا مطالعہ مفید ہے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مدظلہٗ کی جدید تفسیر معارف القرآن شگفتہ اور آسان زبان میں قرآنی معارف و مسائل کا بیش بہا خزانہ ہے۔ ہر جدید و قدیم شخص کے مطالعہ کے لائق ہے۔ انگریزی تفاسیر میں مولانا عبدالماجد دریا بادی کی تفسیر و ترجمہ مولانا کے قلم کا شاہکار ہے۔ دیگر خوبیوں کے علاوہ مولانا نے جس تفحص و استیعاب کے ساتھ بائبل و کتب ماقبل سے قرآنی آیات کے شواہد جمع فرما دئے ہیں۔ اس سے قرآن کا پہلی کتابوں پر مہیمن ہونا اظہر من الشمس ہو گیا ہے۔ تعلیم یافتہ طبقے کے لئے اس سے بہتر تفسیر انگریزی میں شاید ہی مل سکے۔ علامہ یوسف علی کا انگریزی ترجمہ قرآن و تفسیری حواشی بھی مفید ہیں اور پکتھال کا ترجمہ انگریزی بھی اچھا ہے۔

قرآن کریم کے اردو تراجم میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب محدث دہلویؒ کا با محاورہ ترجمہ شاہ رفیع الدین صاحب کا تحت اللفظ ترجمہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن صاحب حضرت تھانوی اور مولانا عبدالماجد دریاآبادی کے تراجم خوب و مستند ہیں۔ اردو خوان طبقہ کو انہیں پر اکتفا کرنا چاہئے۔ اردو میں لغت قرآن پر جو کام کیا گیا ہے۔ اس میں مولانا عبدالرشید نعمانی اور مولانا واقم جلالی کی لغات القرآن[1] اپنی نظیر نہیں رکھتی۔ اردو دان طبقہ کے لئے نعمت غیر مترقبہ ہے۔ پہلی دو جلدوں

---

[1] منکر حدیث غلام احمد پرویز صاحب نے لغات القرآن کے نام سے جو کتاب شائع کی ہے وہ تحریف و تاویل فاسد کا پلندہ۔ لغت نویسی سے مذاق اور تلبیس و دجل کا مرقع اور پرویزی حیلہ گری کا نمونہ ہے جو ان کے ذہن کی عکاسی ہے۔ اگر لغت نویسی یہی ہے تو لغت پر سے اعتبار اٹھ جاتا ہے۔

میں گو نسبتاً اختصار ہے تاہم غنیمت ہیں۔

عربی تفاسیر | مختلف متداول عربی تفاسیر زیر نظر رہیں۔ لغات کی تحقیق میں مفردات راغب اصفہانی سے فائدہ اٹھایا۔ جار اللہ زمخشری کی تفسیر کشاف ادب و بلاغت قرآنی کی کاشف اور لغت و نحو کے مباحث میں بلند مقام رکھتی ہے۔ قرآن کریم کا کوئی طالب علم اس کی تحقیقات سے مستغنی نہیں رہ سکتا۔ زمخشری معتزلی ہے۔ اس لئے دوران مطالعہ میں اس کے "اعتزالی نظریات" سے احتیاط ضروری ہے۔ قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں زمخشری سے بھرپور استفادہ کیا ہے۔ اور تفسیر اسرار التنزیل میں بعض سورتوں کے ذیل میں زمخشری کی عبارات لفظ بلفظ نقل کر دی ہیں۔

منقولی تفاسیر میں تفسیر ابن جریر طبری ام التفاسیر ہے جس میں لغت، نحو، بلاغت، احادیث و آثار اور اقوال سلف کو اکٹھا کر دیا ہے۔ گو بعض ضعیف روایات بھی نقل کر دی گئی ہیں۔ تاہم ان سے تفسیر کی عمومی ثقاہت پر اثر نہیں پڑتا۔ فوائد عزیبہ اور علوم نافعہ کا خزانہ ہے۔ جس سے بعد کے آنے والے ہر مفسر نے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ علامہ ابن کثیر دمشقی اپنی تفسیر میں صحیح روایات کے اہتمام کے ساتھ ابن جریر کی بیشتر خوبیوں کو اپنے میں سمو لیا ہے۔ اور اسے علوم قرآنی کا ذخیرہ بنا دیا ہے۔ گو تفسیر ابن کثیر ایک متوسط تفسیر ہے تاہم اپنے افادات کثیرہ حسن ترتیب اور فنی کمالات کی بنا پر ہر دور میں ہر دلعزیز و مقبول رہی ہے۔ امام فراء البغوی کی معالم التنزیل اور اس کا ملخص تفسیر خازن منقولی تفاسیر میں اچھی ہیں۔

الجامع الاحکام القرآن یا تفسیر قرطبی اور بحر المحیط (مرتبہ اثیر الدین ابوحیان الغرناطی) اندلس مرحوم کے علمی سمندر کے دو انمول موتی ہیں، جن کا شمار اول درجہ کی تفاسیر میں ہے۔ دیگر کمالات کے علاوہ محقق اقوال کی نقل میں قرطبی اور نحوی گرہ کشائیوں میں بحر المحیط خوب ہے۔

بندہ احکام القرآن جصاص رازی سے بہت زیادہ مستفید و متاثر ہوا۔ حنفیہ کی قدیم تفاسیر میں یہ کتاب خاصہ کی چیز ہے۔ اور باوجود اختصار کے بعض مطول تفاسیر پر سبقت لے گئی ہے۔

امام فخر الدین رازی کی تفسیر کبیر حکمت قرآنی اور استدلال عقلی کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔ رازی قرآن کے اندر ڈوب کر اپنی عمیق اور خداداد ذہانت سے پوشیدہ جواہر قرآنی کو صفحہ قرطاس پہ بکھیرتے جاتے ہیں۔ ان کی نکتہ سنجیاں کشادِ فکر کا سبب ہیں۔

علامہ آلوسی بغدادی کی روح المعانی اسم با مسمّیٰ اور متاخرین کے لئے سرمایہ نازش ہے۔ ادب و بلاغت کی گرہ کشائیاں تفاسیر ماقبل کا ماحصل حنفی نکتہ نظر سے فقہی استدلال اپنی محققانہ رائے کے ساتھ مستقلاً سلوک و معرفت کے نکات ہے

از سر تا بقدم ہر کجا می نگرم   کرشمہ دامن دل می کشد کہ جا ایں جا است

تفسیر ابی السعود گو مختصر ہے مگر مفید اور حنفی نکتہ نظر کی ترجمان ہے۔

علامہ سیوطی کی در منثور تفسیری احادیث کا قابل قدر مجموعہ ہے۔ اور اس بات کا ناقابل تردید ثبوت ہے۔ کہ قرآن احادیث کا منبع بھی ہے اور اعمال و اقوال محمدیہ کا مؤید بھی۔ احادیث نبویہ قرآن پاک کی تشریح و بیان بھی ہیں۔ نزول قرآنی کے مواقع و ماحول۔ منظر و پس منظر۔ عموم و خصوص وغیرہ کی بتلانے والی بھی۔ قرآن و حدیث دونوں باہم لازم و ملزوم۔ متن و شرح، اجمال و تفصیل دعویٰ و دلیل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ دونوں ایک ہی حقیقت کے دو پرتو اور ایک ہی نور مبین کی شعاعیں ہیں۔ احادیث کے بغیر قرآن نہیں سمجھا جاسکتا۔ اور احادیث کی حقیقت قرآنی روشنی ہی میں کھلتی ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلویؒ کی تفسیر فتح العزیز خاندان ولی اللٰہی کے علوم قرآنی کی خازن، امین اور حقائق نگاری میں اپنی نظیر آپ ہے۔ اس رنگ میں فقیر کی نگاہ سے کوئی تفسیر نہیں گذری کاش مکمل ہوجاتی۔ تو تفسیری خزانہ عامرہ کا بے بہا موتی ہوتی۔ تاہم حضرت شاہ صاحب کے علمی و عرفانی مقام کا اندازہ اس نامکمل تفسیر سے ہی ہوجاتا ہے[1]

جلالین اس قدر مختصر ہے کہ قرآن کریم کے الفاظ سے اس کے الفاظ کچھ ہی زیادہ ہیں۔ اس کے باوجود سلیم الطبع عربی دان کے لئے ایک حد تک مطالب قرآنی کا حل ہے۔

اعجاز قرآن | قرآن کریم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ جس کی وجوہ اعجاز بیشمار ہیں۔ اور اس کا کلی ادراک ایک انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس کا اعجاز حروف و صوت نشست الفاظ انتخاب کلمات و تقاطیع اصوات ترتیب و ترکیب کلام سلاست و روانی ترتیل و سہولت ادائیگی فصاحت و بلاغت و اسلوب بیان میں نمایاں۔ اس کے مطالب و معانی۔ پیام و احکام مقاصد حقائق اخبار غیب و قصص غرض جزو کل میں جاری و ساری اور ظاہر و باہر ہے[2]

---

[1] حضرت علامہ بنوری مدظلہ حضرت علامہ کشمیری نور اللہ مرقدہ کا قول نقل فرماتے ہیں۔ کہ "قرآن کی تفسیر کا حق ادا کرنے سے مخلوق قاصر ہے تاہم اگر تفسیر فتح العزیز مکمل ہوجاتی تو شاید بشری حد تک تفسیر قرآن کا ایک گونہ حق ادا ہوجاتا۔ (بندہ نے جو مفہوم خیال میں ہے لکھا ہے۔ الفاظ میں فرق ہو سکتا ہے۔)"

[2] اردو میں علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کا رسالہ اعجاز القرآن اور حضرت سید الملت علامہ سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہ کا اعجاز القرآن پر مضمون سیرت النبی (جلد ثالث) خوب ہیں۔

اعجاز قرآنی پر ہر دور میں علمائے امت نے کام کیا۔ اور ہر ایک نے اپنی بساط کے بقدر اس عمیق فن کے مختلف پہلوؤں کو کھولنے کی کوشش کی۔ جاحظ و زمخشری سے لیکر اس وقت تک علمائے محققین اپنی کاوشوں کے ثمرات کو امت کے سامنے پیش کرتے رہے ہے۔ تاہم احقر کے نزدیک اعجاز قرآنی پر مفید اور اہم کتابیں دلائل الاعجاز (امام عبدالقاہر جرجانی) اعجاز القرآن (علامہ الباقلانی) اعجاز القرآن یتیمیہ۔ المثل السائر (ابوالفتح ضیاء الدین المعروف ابن الاثیر الموصلی) تیر الغنی البیان مقدمہ مشکلات القرآن (علامہ محمد یوسف البنوری) ہیں۔ جن سے فقیر نے اپنی بساط کے بقدر فائدہ اٹھایا ہے۔ فقیر نے دلائل الاعجاز للجرجانی اور اعجاز القرآن الباقلانی اپنے مصری استاذ حسین الکاتب سے پڑھیں۔

رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ میں حضرت علامہ سید محمد یوسف صاحب البنوری مدظلہ نے اپنے مدرسہ میں اعجاز القرآن پر خصوصی درس دیئے تھے۔ بندہ کو ان میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی اور حضرت ممدوح کی اعجاز کے بارے میں توضیحات اور علامہ کشمیریؒ کے نظریہ اعجاز القرآن[3] کی تفصیلات سننے اور ان سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ علامہ بنوری مدظلہ نے دیگر وجوہ اعجاز کے علاوہ اس بات کو خوب واضح و مدلل فرمایا کہ "قرآن کریم نہ صرف اسلوب بیان و ترکیب کلام میں معجزہ ہے۔ (جیسا کہ امام جرجانی وغیرہ کا قول ہے) بلکہ قرآن باعتبار مفردات و مرکبات کے بھی معجزہ ہے۔ (باقی آئندہ)

۱؎ وجوہ اعجاز کی ان جملہ صورتوں میں ہر صورت و وجہ مستقل تشریح و مضمون کی طالب ہے۔ جس کا متحمل ہمارا یہ مقالہ نہیں ہو سکتا۔

۲؎ علامہ انور شاہ کشمیری دیگر علوم کے علاوہ بلاغت و وجوہ اعجاز کی معرفت میں بھی مجتہد و امام تھے۔ چنانچہ مشہور قول "لم یدر اعجاز القرآن الا اعرجان" نقل کرنے کے بعد فرماتے تھے۔ احدھما من زمخشر والآخر من جرجان "وانا ثالثھما" علامہ بنوری مدظلہ علامہ موصوف کا ارشاد بیان فرماتے ہیں۔ کہ "بلاغت پر میرا بیان و تقریر وہ شخص سمجھ سکتا ہے جو مطول جیسی کتاب لکھ سکتا ہو۔ اور جسے شعراء جاہلیت کے دس بارہ ہزار اشعار یاد ہوں۔

۳؎ اعجاز القرآن عمیق و گہرا فن ہے اس کے ماہر ہر دور میں محدود و شاذ ہوتے ہیں۔ حضرت بنوری کا ارشاد ہے۔ "علوم کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو کچے تھے پک گئے۔ کچھ علوم ایسے ہیں کہ پک کر جل گئے اور کچھ علوم ایسے ہیں جو کچے کے کچے رہ گئے اور ابھی تک نہیں پکے اور یہ علوم ہیں قرآن کریم کے وجوہ اعجاز اور علم بلاغت۔"